پیش لفظ/ابتدائیہ

اگر برصغیر پاک وہند کی معاشرتی زندگی اوراس کے ارتقاء کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں مقامی سطح پر کچھ بااثر لوگ موجود رہے ہیں جو اپنے علاقوں کی تمام سرگرمیوں کا محور تھے۔قبائل کے سردار، زمیندار، مذہبی رہنما اوران جیسے کئی بااثر گروہ معاشرے پر اپنا عکس چھوڑتے رہے۔ارتقائی مراحل کے دوران بااثر گروہ بدلتے رہے مگر یہ گروہ ہر دور میں موجود رہے ہیں۔نمبردار، ذیلدار، پٹواری، اورکونسلرز کا شمار بھی ان لوگوں ہوتا ہے جو مقامی سطح پر اپنا اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ یہ رہنما معاشرتی مسائل کے حل میں اپنا کردارادا کرتے ہیں۔ پاکستانی معاشرہ کواس وقت طرح طرح کے مسائل کا سامنا ہے۔ مذہبی رواداری اور ہم آہنگی وقت کی اہم ضرورت ہے۔جسکی وجہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ بڑے بڑے جھگڑے معمول بن گئے ہیں۔معمولی تنازعات کے حل کے لئے لوگ پولیس اورعدالت کے دروازے کھٹکھٹانے پہنچ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان اداروں پر بوجھ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ذراسی بات کوسلجھانے کے لئے کئی سال لگ جاتے ہیں۔بچیوں کی تعلیم اورخواتین پرتشدد کے مسائل حل طلب ہیں۔معاشرتی ہم آہنگی میں درپیش مسائل کی تشخیص اور ان کا حل توجہ طلب ہے۔اوران جیسے بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن کے حل کے لئے مقامی بااثر شخصیات بہت اہم کردار کرتے ہیں۔

مقامی سطح کی یہ قیادت کسی ادارے کی قیادت سے قدرے مختلف ہے۔ یہ زیادہ عوامی ہے اور علاقے کی اکثریت کو اپنے اقدامات سے مطمئن کرنا ہوتا ہے۔ان کی مدد کے بغیر معاشرے کی تعمیرنو کا خواب کبھی پورا نہیں ہوسکتا۔مسائل کو مقامی سطح پرحل کرنے میں ان افراد نے ہمیشہ ہی اپنا کردار ادا کیا ہے۔اداروں کے تعاون اورایک منظّم کوشش کے ذریعے اس کردار کو مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے۔مختلف

اداروں کی طرف اس سلسلے میں ہر سطح پر کوششیں کی جاتی رہیں۔ہم پاکستانی، اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کے تحت مقامی سطح کے باثر لوگوں تک پہنچ کر معاشرے کی ازسرِنو تشکیل کیلئے اپنا اپنا کردار ادا کیا جاسکے۔ یہ بااثر شخصیات ایک قومی اثاثہ ہیں جن کی مدد سے ہی معاشرہ کی تشکیل نو ممکن ہے۔

مقامی قیادت اس مقصد کے حصول کے لئے امام مسجد اور سکولوں کے اساتذہ کی مدد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔امام مسجد کو معاشرہ میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنے خطبات کے ذریعے لوگوں کی سوچ کو بدل سکتے ہیں۔اسی طرح سکول اساتذہ نئی نسل کو ایک نئی سوچ دے سکتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ ایک بہتر معاشرہ کی تشکیل کے لئے ہمیں مل جل کر کام کرنا ہوگا اور نیک نیتی کے ساتھ کیے گئے ہر کام میں اللہ کی مدد شامل ہوتی ہے۔آئیں ہم مل کے اس کام کی ذمہ داری اٹھائیں۔اس کام کی تکمیل میں بہت سی مشکلات آسکتی ہیں لیکن خدمت خلق کا بہت بڑا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو، آمین!

نیک تمناؤں کے ساتھ

پیغام پاکستان

متفقہ فتوی اور متفقہ اعلامیہ (اہم نکات)

پیغام پاکستان دراصل وہ بنیادی قومی بیانیہ ہے جو ملک کے تمام مذہبی مسالک سے وابستہ جید علماء کی یکجہتی، مذہبی ذمہ داری اور مملکت پاکستان سے محبت اور وفاداری کا علمبردار ہے۔ یہ بیانیہ ایک سنگ میل اور تاریخی کامیابی ہے۔جس کا اطلاق نا صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا خصوصاً اعالم اسلام کے ہر ملک میں کیا جاسکتا ہے۔ یہ دستاویز دہشت گردی، تکفیریت، فرقہ واریت، اور خون ریزی جیسے سماجی ناسوروں کو جڑ سے مٹانے میں کلیدی کردار ادا کرے گی۔ ہم سب پر یہ لازم ہے کہ پیغام پاکستان کی روشنی میں اپنی فکر اور رویوں کی اصلاح کرتے ہونے اس کا پرچار اپنے قول وفعل سے کریں۔ پیغام پاکستان میں شامل متفقہ بیانیہ اور فتوی کے اہم نکات کی فہرست اور صفحات کے حوالے حسب ذیل ہیں:

- ☆ اسلامی جمہوریہ پاکستان، آئینی و دستوری لحاظ سے ایک اسلامی ریاست ہے۔
- ☆ نفاذ شریعت کے نام پر طاقت کا استعمال، ریاست کے خلاف مسلح محاذ آرائی، تخریب کاری وفساد اور دہشت گردی کی تمام صورتیں اسلامی شریعت کی رو سے حرام ہیں۔
- ☆ جہاد کا وہ پہلو جس میں جنگ اور قتال شامل ہیں کو شروع کرنے کا اختیار صرف اسلامی ریاست کا ہے۔
- ☆ خودکش حملے حرام ہیں۔

- ☆ حکومت یا مسلح افواج ودیگر سیکیورٹی اداروں کے خلاف مسلح کارروائیاں بغاوت کے زمرے میں آتی ہیں جو شرعاً حرام ہیں۔
- ☆ مسلح بغاوت میں شرکت یا اس کی کسی بھی طرح مدد یا حمایت کرنا آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی کھلی نافرمانی ہے۔
- ☆ فرقہ وارانہ منافرت، مسلح فرقہ وارانہ تصادم اور طاقت کے بل پر اپنے نظریات کو دوسروں پر مسلط کرنے کی روش شریعت کے احکام کے منافی اور فساد فی الارض/ایک قومی وملی جرم ہے۔
- ☆ تمام مسالک کے مفتیان پاکستان انتہا پسندانہ سوچ اور شدت پسند کو مسترد کرتے ہیں۔
- ☆ انبیاء کرام، صحابہ کرامؓ، ازواج مطہراتؓ اور اہل بیت کے تقدس کو ملحوظ رکھنا ایک فریضہ ہے۔
- ☆ مسلح دہشت گرد دین اسلام کی روشنی میں خوارج کہلاتے ہیں۔
- ☆ ایک دوسرے کے خلاف سب وشتم (گالم گلوچ)، اشتعال انگیزی، نفرت اور اختلاف کی بنا پر قتل وغارت گری یا اپنے نظریات کو دوسروں پر جبر کے ذریعے مسلط کرنا یا ایک دوسرے کی جان کے درپے ہونا حرام ہے۔
- ☆ دینی شعائر اور نعروں کو نجی عسکری مقاصد اور مسلح طاقت کے حصول کے لیے استعمال کرنا قرآن وسنت کی رو سے درست نہیں۔
- ☆ عالم دین اور مفتی کا فریضہ ہے کہ درست اور غلط نظریات میں امتیاز کرنے کے بارے میں لوگوں کو آگاہی دیں جبکہ کسی کو کافر قرار دینا (تکفیر) ریاست کا دائرہ اختیار ہے۔

- ☆ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام شہری دستوری وآئینی میثاق کے پابند ہیں، ان پر لازم قرار پاتا ہے کہ وہ بہرصورت حب الوطنی اور ملکی وقومی مفادات کا تحفظ پہلی ترجیح کے طور پر کریں۔
- ☆ سرزمین اسلامی جمہوریہ پاکستان اللہ تعالی کی مقدس امانت ہے لہذا کسی بھی قسم کی دہشت گردی کے لئے اسکا استعمال جائزنہیں۔
- ☆ پاکستان کے تمام غیر مسلم شہریوں کو اپنی عبادت گاہوں میں اور اپنے تہواروں کے موقع پر اپنے اپنے مذاہب کے مطابق عبادت کرنے اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔
- ☆ جو غیر مسلم اسلامی ریاست میں امن کے ساتھ رہتے ہیں انہیں قتل کرنا جائزنہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔
- ☆ اسلام کی رو سے خواتین کا احترام اور ان کے حقوق کی پاسداری کرنا مردوں کے لئے ضروری ہے۔

بین المذاہب و بین المسالک ہم آہنگی/مذہبی رواداری

مذہب کے ساتھ انسان کا روحانی اور جذباتی تعلق قبل از تاریخ کے دور سے چلا آرہا ہے۔ یہ تعلق اس قدر جذباتی ہے کہ ذراسی عدم برداشت پورے معاشرہ میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ یہ بحث بھی بے نتیجہ رہی کہ مذہب انفرادی فعل ہے یا اجتماعی ذمہ داری۔ مذہب بنیادی طور پر انسان کے اپنے رب سے تعلق کو جوڑتا ہے۔ اسلام نے مذہبی رواداری کی جو تعلیمات دیں اور جن کا عملی مظاہر سیرت نبویؐ کی کتابوں میں بارہا مواقع پر ملتا ہے ان پر عمل کر کے ہم لا حاصل بحث سے آسانی سے نکل سکتے ہیں۔ مدینہ کی فلاحی ریاست میں دوسرے مذاہب اور اقلیتوں کے حقوق کا جس طرح تحفظ کیا گیا وہ رہتی دنیا تک تمام بنی نوع انسان کے لیے مشعل راہ ہے۔ مزید براں ہر الہامی مذہب کے پیروکاروں کی طرح مسلمانوں کے بھی مختلف فرقے موجود ہیں جہاں عبادات کی ادائیگی اور اصول فقہ میں تو معمولی فرق موجود ہیں لیکن بنیادی عقائد میں کوئی خاص فرق موجود نہیں ہے۔

ان تمام مسائل کا انتہائی خوبصورت حل 'رواداری' کی صورت میں دیا گیا ہے۔ اللہ نے ہر انسان کو عقل سلیم کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر ایک انسان اپنی عقل سلیم کا استعمال کر کے کسی نتیجہ پر پہنچا ہے اور ایک دوسرا انسان اپنی عقل سلیم کا استعمال پر کسی اور نتیجہ پر پہنچا ہے تو رواداری دونوں کو ایک دوسرے کے جذبات اور خیالات کو برداشت کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔

☆ مذہب یا مسلک کی بنا پر کسی شخص کی مخالفت نہ کریں۔

☆ فروعی مسائل پر زیادہ توجہ نہ دیں۔

☆ شدت پسندی کی حوصلہ شکنی کریں۔

☆ اپنے علاقہ کے امام مسجدوں کو اعتماد میں لے کر فرقہ بندی کا رستہ روکیں۔

☆ محفلوں میں وقتاً فوقتاً مذہبی رواداری کا درس دیں۔

☆ ہر مذہب/مسلک کے پیروکاروں کو اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے میں سہولت پہنچائیں۔

☆ مختلف مذاہب/مسالک کے لوگوں کو اپنے ڈیرے پر مل بیٹھنے کا موقع فراہم کریں۔

☆ اپنے علاقہ میں موجود مدرسوں پر بھی نظر رکھیں کہ کہیں وہ طالب علموں کو شدت پسندی کی تعلیم تو نہیں دے رہے۔

تعلیم و حقوق نسواں

خواتین ہماری آبادی کا تقریباً نصف ہیں۔اور معاشرتی زندگی میں مردوں کے برابر اہمیت کی حامل ہیں۔اس اہمیت کی پیش نظر اسلام نے صدیوں پہلے خواتین کی تعلیم اور حقوق کی بات کی۔تعلیم کو مردوں کے ساتھ خواتین پر بھی فرض قرار دیا۔مگر بدقسمتی سے اکیسویں صدی میں بھی پاکستان میں تعلیم نسواں ایک مسئلہ کے طور پر موجود ہے۔یوں تو یہ مسئلہ پاکستان کے ہر حصے میں موجود ہے لیکن دیہی علاقوں میں یہ مسئلہ زیادہ سنگین ہے۔

بچیوں کی تعلیم کی سلسلے میں بہت سے معاشی اور معاشرتی عوامل رکاوٹ بنتے ہیں۔کہیں غربت ان کی تعلیم کے آڑے آجاتی ہے تو کہیں رسوم ورواج۔عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ والدین کی یہ سوچ کہ ہم نے کون سا اپنی بیٹیوں سے نوکری کرانی ہے، بچیوں کی تعلیم میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔تعلیم کا مقصد صرف نوکری کا حصول نہیں ہوتا۔ایک لڑکی جس نے کل ماں بن کر اپنے بچوں کی پروش کرنی ہے۔جس نے ایک خاندان میں مرکزی کردار ادا کرنا ہے وہ اگر تعلیم یافتہ ہوگی تو آنے والی نسلیں زیادہ بہتر انداز میں پروان پاسکیں گی۔

خواتین کو برتاؤ اور رویوں کے مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔گھریلو تشدد ہمارے معاشرے میں بہت عام ہے اور خواتین اپنے باپ، بھائی اور شوہر کے تشدد کا شکار رہتی ہیں۔کمزور اور لاچار خواتین پر تشدد ہمارے لئے باعث شرمندگی ہے۔ان پر تشدد روکنے کے لئے قانون سازی بھی کی گئی ہے لیکن محسوس کیا جارہا ہے کہ چونکہ خواتین نے شکایت کے بعد بھی اپنے محرم مردوں کے ساتھ ہی

رہنا ہوتا ہے اس لئے وہ شکایت کرتی ہی نہیں کیونکہ شکایت درج کرانے پر ان کی مشکلات میں اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔

تعلیم وحقوق نسواں کے لئے مقامی رہنما اور با اثر لوگوں کو اپنا کردار ادا کرنا پڑے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مقامی سطح پر فرسودہ خیالات اور رسوم کی حوصلہ شکنی کر سکتے ہیں۔ اپنے زیر اثر لوگوں کو اس بات کا احساس دلا سکتے ہیں کہ بچیوں کے لئے تعلیم بہت ضروری ہے۔ مزید براں گھریلو تشدد کے واقعات میں ذاتی دلچسپی لے کر ایسے واقعات کو کم سے کم سطح پر لا سکتے ہیں۔

خواتین کی تعلیم اور گھریلو تشدد و دیگر حقوق نسواں کے مسائل ملک کے کچھ حصوں میں دیگر حصوں کی نسبت زیادہ پریشان کن ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر یہ مسائل علاقائی سطح کے ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لئے مقامی اور علاقائی رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ:

☆ اپنی بچیوں کی تعلیم پر بھی خاص توجہ دیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں کہ بچیوں کی تعلیم فائدہ مند بھی ہے اور ایک مذہبی فریضہ بھی۔

☆ لوگوں کو احساس دلائیں کہ تعلیم ایک بہتر انسان اور ایک بہتر معاشرہ بنانے کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس کا مقصد نوکری کے حصول سے کہیں بلند ہے۔

☆ اس بات کی ترویج کریں کہ عورتوں کو جائیداد میں حصہ دینا مذہبی طور پر کتنا ضروری ہے۔

☆ بچیوں کے سکولوں پر خاص توجہ دیں اور ان اداروں کو مثالی بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

☆ ونی اور اس جیسی دوسری روایات کی بھرپور حوصلہ شکنی کریں اور ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں حکومت کی مدد کریں۔

☆ اس کوشش میں اپنا حصہ ڈالیں کہ معاشرہ نوکری پیشہ خواتین کو بری نظر سے نہ دیکھے۔

جذبہ حب الوطنی کا فروغ

ملک سے پیار اور اپنی مٹی سے محبت انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ یہی پیار ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دینا جذبہ حب الوطنی کا سب سے بہترین عملی نمونہ ہے۔ گروہوں میں بٹے لوگوں کو ایک قوم میں ڈھالنے کے لئے جذبہ حب الوطنی کا فروغ ضروری ہے۔

جذبہ حب الوطنی انسان میں اپنے ملک کے لئے قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ ایک انسان بیک وقت مقامی، علاقائی، صوبائی اور ملکی برادری کا حصہ ہوتا ہے۔ چونکہ ملک کا مفاد کسی بھی ذاتی، مقامی، علاقائی اور صوبائی مفاد سے بالاتر ہوگا تو ہی معاشرے کے تمام افراد ایک قوم کی صورت میں ڈھلیں گے۔

اگر ہم اپنے معاشرے کو دیکھیں تو محسوس ہوتا ہے کہ مقامی اور علاقائی مفادات کا حصول ملکی مفادات سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ ملک کے طول عرض میں اس احساس کو پیدا کرنا ضروری ہے کہ پاکستان کی بقاء میں ہی ہم سب کی بقا ہے اور پاکستان کی ترقی میں ہی ہماری ترقی پنہاں ہے۔ یہ شعور پیدا کرنے کے لئے سب سے اہم کردار مقامی رہنماؤں کا ہوسکتا ہے۔ مقامی سطح پر یہ لوگ عام لوگوں کی سوچ پر گہرا اثر رکھتے ہیں۔ بااثر رہنما ریاست اور حکومت کے درمیان فرق کو لوگوں تک پہنچا کر حکومت کے ساتھ اختلافات کو پاکستان دشمنی میں تبدیل ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ پاکستان ریاست کا نام ہے جب کہ اس کی حکومتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ اگر آج ایک سیاسی پارٹی کی حکومت ہے تو کل کوئی اور سیاسی پارٹی حکومت میں ہوگی۔ سیاسی پارٹیوں یا حکومتوں کے ساتھ اختلافات کی بنا پر ملک پاکستان یا اس کی ساکھ کو نقصان پہنچانا کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہونا چاہیئے۔

بین الاقوامی سطح پر ملکی وقار اور ساکھ ان تارکین وطن کے مرہون منت ہے جو روزگار کے سلسلہ میں دنیا کے مختلف ممالک میں مقیم ہیں۔ان تارکین وطن میں سے زیادہ تر لوگوں کے خاندان پاکستان میں ہی مقیم ہیں اور وہ اکثر اوقات اپنے خاندان کے افراد سے ملنے کے لئے پاکستان آتے رہتے ہیں۔ان تارکین وطن پاکستانیوں کو اس بات کی تعلیم اور احساس دلانا ضروری ہے کہ ان کی کوئی بھی حرکت ملکی وقار میں اضافہ یا کمی کا باعث بنتی ہے۔جذبہ حب الوطنی کا تقاضا ہے کہ ملک سے باہر بھی کسی ایسی سرگرمی میں شامل نہ ہوا جائے جو وقتی طور پر تو انفرادی مفاد کا باعث بنے مگر مجموعی طور پر ملک کی بدنامی کا باعث بنے۔ان لوگوں اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد میں بھی یہ احساس پیدا کرنے میں ہمارے مقامی طور پر با اثر لوگ بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

گو کہ اپنے وطن سے محبت انسان کی فطرت میں شامل ہے پھر بھی زندہ قومیں جذبہ حب الوطنی کو فروغ دینے کے لئے کوشاں رہتی ہیں۔مقامی رہنما بھی اپنے زیر اثر لوگوں میں جذبہ حب الوطنی کے فروغ میں مدد کر سکتے ہیں اگر وہ:

- ☆ قومی تہوار جیسا کہ یوم آزادی، یوم پاکستان کو مقامی سطح پر منانے کے لئے انتظام کریں۔
- ☆ لوگوں کو حکومت اور ریاست کا فرق واضح کریں۔
- ☆ مساجد میں پاکستان کے لئے خاص دعاؤں کا اہتمام کرائیں۔
- ☆ اپنے علاقہ کے شہدا کا نام انتہائی عزت سے لیں اور ان کے لواحقین کو ہمیشہ عزت دیں۔
- ☆ بیرون ملک رہنے والے لوگوں کو اس بات کا درس دیں کہ ملک سے باہر بھی اپنے ملک کی عزت کا خیال رکھیں اور کبھی غیر قانونی کاموں میں شامل نہ ہوں۔

تعلیم وصحت کے مسائل

مہذب اور صحت مند معاشرے کی تشکیل افراد کی تعلیم وصحت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ایک تعلیم یافتہ اور صحت مند معاشرہ ہی ترقی کرسکتا ہے۔تعلیم اور صحت کی اچھی سہولیات تمام شہریوں کا بنیادی حق ہےاور وفاقی،صوبائی اور مقامی حکومتوں کی ایک بڑی ذمہ داری ہے۔حکومتی سطح پر سرمائے کی کمی، انتظامی مسائل اور بلند شرح سے بڑھتی آبادی کی وجہ سے ملک کے طول وعرض میں اچھی تعلیم اور صحت کی سہولیات پہنچانے میں مشکلات کا سامنا رہا ہے۔

ملک میں سکول نہ جانے والے بچوں کی تعداد دو کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔ان بچوں کو سکولوں میں لانے کے لئے قانون سازی بھی کی گئی اور حکومتی سطح پر بچوں اوران کے والدین کو مالی مدد جیسی ترغیبات بھی دی گئی ہیں مگر صورت حال میں خاطر خواہ بہتری نہیں لائی جاسکی۔ضرورت اس امر کی ہے کہ والدین کو بچوں کی تعلیم کی اہمیت کے بارے آگاہی دی جائے۔

صحت کی مجموعی صورت حال بھی کچھ زیادہ حوصلہ افزا نہیں۔ہیپاٹائیٹس اور ایڈز کا مرض تیزی سے پھیل رہا ہے۔پاکستان ان چند ممالک میں شامل ہے جہاں پولیو کا مرض ابھی تک موجود ہے۔ملک میں دل کے مریضوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے۔صحت کی مناسب سہولیات بھی کثیر آبادی کو دستیاب نہیں ہیں۔

ان غیر تسلی بخش حالات میں صرف حکومتی اقدامات کا انتظار حالات کو مزید خراب کر رہا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مقامی سطح پر اپنی کوششوں کا بھرپور طریقے سے آغاز کریں۔اور

مقامی باا ثر شخصیات ان کوششوں میں قیادت فراہم کر کے مئوثر انداز میں تعلیم اور صحت کے شعبے میں تبدیلیاں لا سکتے ہیں۔

سکول نہ جانے والے بچوں یا مزدوری کرنے والے بچوں کو واپس سکول لانے میں مقامی قیادت اپنا کردار ادا کر سکتی ہے اور یہ کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہوگا۔ہپا ٹائیٹس اور ایڈز جیسے امراض کے جراثیم ایک انسان سے دوسرے انسان میں منتقل ہوتے ہیں اس منتقلی میں حجام اور عطائی بہت حد تک ذمہ دار ہیں۔پولیو کے قطرے پلائے جاتے ہیں لیکن کچھ علاقوں میں چند والدین اپنے بچوں کو قطرے پلوانے سے انکار کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے انتہائی کوششوں کے باوجود ملک سے پولیو کا خاتمہ نہیں کیا جا سکا۔دل کے مریضوں کی تعداد میں اچھی خوراک، ورزش، چہل قدمی اور تمبا کو نوشی کی حوصلہ شکنی کر کے کمی لائی جا سکتی ہے۔اور ان مسائل کا حل مقامی سطح پر ممکن ہے اگر مقامی باا ثر لوگ اس مہم میں اپنا حصہ ڈالیں تو تعلیم وصحت سے متعلق بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

ہم تعلیم وصحت کے جن سنجیدہ قسم کے مسائل کا سامنا کر رہے ہیں ان کے حل کے لئے مقامی باا ثر شخصیات کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ان کو چاہیے کہ وہ:

☆ اپنے علاقہ کے سکولوں کے ساتھ رابطہ میں رہیں۔
☆ یقینی بنائیں کہ علاقہ کے تمام بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔
☆ بچوں کی مزدوری کی مکمل حوصلہ شکنی کریں۔
☆ اپنے علاقہ میں موجود ہسپتال کا وقتاً فوقتاً چکر لگائیں۔
☆ سکول اور ہسپتال اور عملہ کے مسائل حل کرنے میں مدد دیں۔
☆ لوگوں کو متوازن غذا اور چہل قدمی کے فوائد سے آگاہ کریں۔
☆ عام لوگوں تک مختلف بیماریوں کے منتقل ہونے کے ذرائع کی آگاہی پہنچائیں۔

مقامی دستکاریوں کا فروغ

گذشتہ چند دہائیوں میں یہ بات کھل کے سامنے آئی ہے کہ زیادہ آبادی والے ترقی پذیر ممالک نے مقامی دستکاریوں اور چھوٹی صنعتوں کو فروغ دے کر معیشت کے میدان میں بہت ترقی کی ہے۔ مقامی طور پر لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع اور ملکی زرمبادلہ میں اضافہ کرنے میں ان دستکاریوں اور صنعتوں نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی مقامی دستکاریوں کو فروغ دے کر روزگار پیدا کرنے کے وسیع مواقع موجود ہیں۔ تقریباً ہر علاقہ میں کچھ نہ کچھ ایسے فن پارے بنائے جاتے ہیں جو دنیا بھر میں اپنی خوبصورتی اور معیار کی وجہ سے مشہور ہیں۔ حکومتی سطح پر ایسے اعلانات سامنے آتے رہتے ہیں جن میں مقامی دستکاریوں کو فروغ دینے کے لئے اقدامات کا ذکر موجود ہوتا ہے لیکن تا حال کوئی بہت بڑی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

مقامی سطح پر تبدیلی اور ترقی کا خواب اس وقت تک پورا ہونا مشکل ہے جب تک مقامی رہنما اس ترقی میں اپنا فعال کردار ادا نہیں کرتے۔ مقامی دستکاروں کی حوصلہ افزائی کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ مقامی رہنما ان دستکاروں کو قرضوں کی سہولت سے لے کر منڈیاں تلاش کرنے میں مدد فراہم کر سکتے ہیں۔ مختلف دفاتر اور محکمہ جات تک رسائی عام طور پر مشکل سمجھی جاتی ہے۔ وہاں تک عام لوگوں کی رسائی کو یہ مقامی رہنما آسان بنانے میں مدد دے سکتے ہیں۔ محکمانہ کارروائیوں اور غیر ضروری رکاوٹوں کو عام لوگوں کے لئے آسان بنا کر مقامی دستکاریوں اور چھوٹی صنعتوں کے فروغ سے معاشی استحکام حاصل کیا جا سکتا ہے۔

مقامی دستکاریوں کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ان مقامی دستکاریوں اور گھریلو صنعتوں کو ترقی دینے میں مقامی سطح کی بااثر شخصیات اپنا بھرپور کردار ادا کرسکتی ہیں۔ان کو چاہیے کہ وہ:

☆ دستکاروں کو احساس دلائیں کہ وہ ایک منافع بخش کام کر رہے ہیں۔

☆ ان دستکاریوں کو ملک کے دوسرے علاقوں میں فروخت کرنے کے لئے اپنے ذاتی مراسم استعمال کریں۔

☆ اپنے دوستوں کو تحفے تحائف دیتے وقت کوشش کریں کہ اپنے علاقہ میں تیار کی گئی اشیاء تحفے میں دیں۔

☆ دستکاروں اور گھریلو صنعتیں چلانے والوں کو حکومت یا غیر سرکاری تنظیموں سے قرضہ جات لینے میں مدد کریں۔

☆ لوگوں کو ان کی تیار کردہ چیزوں کی صحیح صحیح قیمت سے آگاہ رکھیں۔اکثر اوقات تاجر مقامی لوگوں سے انتہائی کم قیمت پر چیزیں خرید کر زیادہ قیمت پر وہی چیزیں فروخت کرتا ہے۔

ماحول اور پانی کا تحفظ

پاکستان کو اس وقت جن اندرونی اور بیرونی مسائل کا سامنا ہے ان میں سب سے بڑا اور توجہ طلب مسئلہ ماحول اور پانی کا تحفظ ہے۔ اچھا ماحول اور پانی کی مناسب فراہمی ہر معاشرہ کی ایک بنیادی ضرورت ہے مگر پاکستان جیسے ایک زرعی ملک میں ان کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ ہماری آبادی کے ایک بہت بڑے حصے کی معاشی زندگی کا انحصار بارش اور فراہمی آب پر ہے۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے پاکستان کے طول وعرض میں پانی کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ پاکستان چند سالوں میں پانی کی شدید ترین قلت والے ممالک کی فہرست میں شامل ہونے والا ہے اور اس جیسے دیگر خوفناک حقائق سامنے آرہے ہیں۔

ایسی صورتحال سے بچنے کے لئے قومی سطح پر بہت سارے اقدامات کئے جارہے ہیں۔ دریاؤں پر ڈیمز بنا کر پانی ذخیرہ کرنے کے منصوبے شروع کئے جارہے ہیں۔ پودے لگانے کی مہم ملک بھر میں ایک تحریک کے طور پر شروع کی گئی ہے کیونکہ کم بارشوں کی ایک بڑی وجہ درختوں کا مناسب مقدار میں موجود نہ ہونا ہے۔ درخت موسمیاتی تبدیلیوں کو بھی مناسب حد تک رکھنے میں مدد دیتے ہیں مقامی قیادت ماحول کو سرسبز رکھنے اور پانی کے ضیاع کو روکنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرسکتی ہے۔ عام لوگوں تک یہ پیغام پہنچانا ہے کہ درخت کٹتے رہے اور نئے درخت نہ لگائے گئے تو نہ صرف ہمارے علاقہ کا درجہ حرارت ناقابل برداشت حد تک بڑھ جائے گا۔ بلکہ بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے پانی کا حصول مشکل ہوجائے گا اور ہمارے زرخیز میدان بنجر صحراؤں میں بتدیل ہوجائیں گے۔

مقامی سطح پر ماحول کو صاف رکھنے کے لئے کوڑا کرکٹ ایک جگہ پھینکنے کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ پلاسٹک سے بنے شاپنگ بیگز (شاپر) کا بے تحاشا استعمال ہمارے ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ یہ مقامی سماجی رہنما ان کے بے دریغ استعمال کی حوصلہ شکنی میں مدد فراہم کر سکتے ہیں۔

ماحول اور پانی کے تحفظ کی کوئی بھی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہر فرد، ہر خاندان، ہر گلی، ہر محلّہ اور ہر آبادی اس میں اپنا حصہ نہیں ڈالے گی۔ اس عزم کو ہر فرد تک پہنچانے کے لئے مقامی رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ:

☆ گھروں اور زرعی زمینوں پر درخت لگانے کی ترغیب دیں۔

☆ بغیر کسی وجہ کے درخت کاٹنے کی حوصلہ شکنی کریں۔

☆ لوگوں کو موسمیاتی تبدیلیوں اور گرمی میں اضافہ کی وجوہات اور اثرات کے بارے میں آگاہ کریں۔

☆ پانی کا استعمال کفایت شعاری سے کرنے کا رواج عام کریں۔

☆ اگر قدرتی طور پر کوئی مناسب جگہ ہو تو بارش کا پانی ذخیرہ کرنے کا سوچیں۔

کھیلوں کا فروغ

کھیل کسی بھی معاشرہ میں مجموعی طور پر ایک بہتر اور صحت مند ماحول بنانے کے لیے بہت ضروری ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک صحت مند دماغ ایک صحت مند جسم میں ہی پرورش پا سکتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس معاشرے میں کھیل کے میدان آباد ہوں وہاں کے ہسپتال ویران ہوتے ہیں۔ کھیل نہ صرف جسمانی و ذہنی نشو و نما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ بہت سے معاشرتی مسائل کا حل بھی مہیا کرتے ہیں۔ کھیل کی طرف راغب نوجوان عام طور پر منفی سرگرمیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ مثلاً ہمارے معاشرہ میں نوجوانوں میں نشہ کرنے کی شرح میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ اگر یہ نوجوان نسل کھیل کی طرف راغب ہو جائے تو نشہ کا استعمال خود بخود کم ہوتا چلا جائے گا۔ معاشرے میں اخلاقی بے راہ روی انتہائی حد تک کم ہو جائے گی۔ کھیل نوجوانوں کی قائدانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ وہ ایک ٹیم کی صورت میں کام کرنا سیکھتے ہیں جو آگے چل کر ان کی سماجی اور پیشہ وارانہ زندگی میں کام آتی ہے۔ پس کھیلوں کا تعلق صرف جسمانی ورزش سے نہیں ہے بلکہ یہ نوجوانوں میں ذہنی، جذباتی، سماجی نشو و نما وغیرہ میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں شہری سطح پر تو حکومت نے کھیلوں کے میدان اور ان کی ترقی کے لیے کافی کام کیا ہے۔ (گو کہ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے) لیکن دیہی سطح پر یہ کام لوگ اپنی مدد آپ کے تحت کرتے ہیں۔

اگر با اثر شخصیات مختلف کھیلوں اور مقابلوں کی سرپرستی کرنا شروع کر دیں تو نوجوان کھنچے چلے آئیں گے۔ وقتاً فوقتاً علاقائی سطح پر مقابلوں کا انعقاد بھی کیا جا سکتا ہے جس کے لئے کوئی بڑی رقم کی

بھی ضرورت نہیں ہوتی۔علاقائی رہنماؤں کی سرپرستی سے کھیل کی وجہ سے نوجوانوں میں ہونے والی لڑائیاں بھی روکی جاسکتی ہیں۔اورنوجوانوں میں مثبت مقابلہ سازی کا ماحول پیدا کر کے معاشرہ کومجموعی طور پرمثبت سمت میں گامزن کیا جاسکتا ہے۔

کھیلوں کے فروغ کے لئے مقامی سطح پر بااثر شخصیات بہت اہم ادا کرسکتی ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ کھیلوں کی اہمیت کوسمجھا جائے اور درج ذیل اقدامات کے ذریعے مقامی سطح پرکھیلوں کو فروغ دیا جائے۔

☆ مقامی سطح پرمختلف کھیلوں کے مقابلہ جات/ٹورنامنٹس کی حوصلہ افزائی کریں۔اگرممکن ہوتو کچھ مالی مدد بھی فراہم کریں۔

☆ کھلی جگہ پر بچوں کے کھیلنے میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کے ساتھ خود بات کریں اوران کو سمجھائیں۔

☆ فارغ اوقات میں کھیل کے میدان کا چکرلگائیں۔

☆ بچوں کوسمجھائیں کہ کھیل کو ہار جیت اورانا کا مسئلہ بنانے کی بجائے ایک ذہنی اورجسمانی سرگرمی سمجھیں اور باہمی لڑائیوں سے پرہیز کریں۔

☆ چھوٹی موٹی لڑائیوں میں فوری مداخلت کر کے معاملہ رفع دفع کرائیں۔

☆ والدین تک بھی کھیلوں کے فوائدمؤثرانداز میں پہنچائیں۔

☆ اپنے علاقہ کے کھلاڑیوں کودوسرے علاقوں میں جا کرکھیلنے کی حوصلہ افزائی اورمدد کریں۔

مجرم کی بجائے جرم سے نفرت

غلطی کرنا انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ جب یہی غلطی انسانوں اور معاشرے کے لیے نقصان دہ ہوتو وہ غلطی جرم بن جاتی ہے اور جرم کرنے والا مجرم کہلاتا ہے۔ انسان گناہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ کے دروازے کھول دیتا ہے اور توبہ کرنے پر گناہ گار کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ کیا ہم یا ہمارا معاشرہ بھی کسی انسان کے گناہ کرنے پر نادم ہونے یا توبہ کرنے پر معاف کر دیتے ہیں؟ شاید نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں اس بات کا احساس دلایا جائے کہ نفرت جرم سے کی جائے نہ کہ جرم کرنے والے انسان کے ساتھ۔ جرم کرنے پر ہم مجرم سے نفرت کی وجہ سے قطع تعلق کرنا پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کرنے سے ہم اس مجرم کی عام زندگی میں واپسی کو مشکل بنا رہے ہوتے ہیں۔ اگر ہم مجرم کے ساتھ نفرت یا قطع تعلق نہ کریں تو ہم اس کو سمجھا سکتے ہیں، اسکو مزید جرم کرنے سے روک سکتے ہیں۔ اگر کسی سے غلطی یا مجبوری میں کوئی جرم ہو جائے تو ہمارے طعنے اور نفرت اس کو مزید سنگین جرائم کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اگر نفرت صرف جرم کی حد تک محدود رہے تو مجرم کو مزید جرم کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔ اور اسطرح جرائم کی شرح میں کمی لائی جا سکتی ہے۔

اگر اس بحث کو اور آگے بڑھایا جائے تو ایک اور صورت کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ مجرم کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور اس پہ نادم ہو تو اس کے لئے ایک بھرپور زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا جانا چاہیئے۔ اکثر اوقات یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اس کو اپنی ماضی کی زندگی سے نکلنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا اور اس کا جرم ہی اس کی پہچان بن جاتا ہے۔ ہر وقت کی طعنہ زنی اور نفرت عام زندگی میں واپسی کو

مشکل بنا دیتی ہے۔

علاقہ کے بااثر لوگ معاشرے کی اس سوچ کو بدلنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ وہ عام لوگوں کو سمجھا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی تو معافی اور توبہ پہ انسان کو معاف کر دیتا ہے اور معاف کر دینے کو پسند بھی فرماتا ہے۔ یہ بااثر لوگ لوگوں کو مجرم پہ طعنہ زنی سے منع بھی کر سکتے ہیں اور خود ان کی عزت اور حوصلہ افزائی کر کے ان کو عام زندگی میں واپس لانے میں مدد بھی کر سکتے ہیں۔

غلطی کرنا شاید انسان کی فطرت میں شامل ہے لیکن ایک اچھا انسان اپنی غلطی پر نادم ضرور ہوتا ہے۔ جرم پر ندامت اور توبہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ کوئی انسان اگر اپنے جرم پر نادم ہو یا سزا کاٹ لے تو معاشرہ پر اجتماعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے انسان کو عام انسانوں کی طرح خوشگوار زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرے اس عمل میں مقامی سطح کے رہنما اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ:

- ☆ مجرم سے قطع تعلق نہ کریں۔
- ☆ دوسروں کو بھی ان سے قطع تعلق نہ کرنے کی تلقین کریں۔
- ☆ مجرم پر کسی قسم کی طعنہ زنی کی حوصلہ شکنی کریں۔
- ☆ مجرم کے خاندان پر بھی کسی قسم کی طعنہ زنی نہ کی جائے۔
- ☆ مجرم کی روزی روٹی/معاشی سرگرمیوں میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔

لین دین اور زمین کے تنازعات

عدم برداشت اور غصہ نے ایک جگہ پہ رہنے والے لوگوں کے باہمی تعلقات کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ آئے روز ایسی خبریں سننے کو ملتی ہیں کہ معمولی رقم کے تنازع پہ ایک دوست نے دوسرے دوست کو قتل کر دیا۔ بچوں کی لڑائی پہ شروع ہونے والے تنازعات میں لوگوں کا مارا جانا اور لڑائی جھگڑا بھی بہت عام ہے۔ یا پھر معمولی تنازع کو لے کے ایک یا دونوں پارٹیاں / گروہ پولیس کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح سے زمین اور پانی کے تنازعات پر آپس میں لڑائی جھگڑا اور کورٹ کچہری دیہی زندگی کا خاصہ بن چکے ہے۔ پولیس اور عدالتوں پر پہلے ہی سائلین کا دباؤ اتنا بڑھ چکا ہے کہ مقدمات سالہا سال چلتے رہتے ہیں اور بعض اوقات پھر بھی فیصلہ نہیں ہو پاتا۔ زمین، پانی اور رستے کے تنازعات کو عدالت کے ذریعے حل کرانے میں اصل چیز کی قیمت سے بھی کئی گنا زیادہ خرچ ہو جاتا ہے۔ ان معمولی باتوں پر دائر کئے گئے مقدمات سے اداروں پر بوجھ اتنا بڑھ گیا ہے کہ انتہائی حل طلب مسائل پر بھی جلدی فیصلے نہیں ہو پاتے۔ زمین سے متعلق زیادہ تر تنازعات کا حل محکمہ مال میں تعینات پٹواری کے پاس موجود ہوتا ہے۔ گاؤں کے بڑے بھی زمینوں کی ایک طویل تاریخ سے واقف ہوتے ہیں۔ ان مسائل کو آسانی کے ساتھ مقامی سطح پر حل کیا جا سکتا ہے۔ مقامی سماجی رہنماء مختلف مثالوں اور قتل کئے جانے والوں کے بچوں کی مشکلات بیان کر کے لوگوں میں یہ احساس پیدا کر سکتے ہیں کہ انسانی جان بہت قیمتی ہے۔ غصے کو قابو کرنا یا غصے میں خود پہ قابو رکھنا باقاعدہ ایک مہارت کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر یہ مقامی رہنما خود اس مہارت کو سیکھ لیں تو نہ صرف وہ دوسروں کے لئے ایک مثال بن سکتے

ہیں بلکہ وہ اپنے زیر اثر تمام افراد کو یہ مہارت سکھا کر معاشرتی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی لا سکتے ہیں۔ غصے اور معمولی تنازعات نے بھائی سے بھائی کو دور کر دیا ہے۔ عام طور پر نمبر دار اور سردار غیر متنازعہ شخصیت ہوتے ہیں یا پھر علاقہ کی غیر متنازع شخصیات پر مشتمل ایسی کمیٹیاں بنائی جا سکتی ہیں جو معمولی تنازعات کو مقامی سطح پر حل کر لیں۔ اس سے ایک تو فوری اور سستا انصاف مل جائے گا اور دوسرا ہمارے اداروں اور عدالتوں پر کام کا دباؤ کم ہو جائے گا۔

عدالتوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں پر مقامات کے بوجھ کو مقامی سطح پر معاملات حل کر کے انتہائی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ یہ معمولی نوعیت کے معاملات حل کرنے میں مقامی رہنما اپنا کردار کر سکتے ہیں۔

- ☆ علاقہ میں غیر جانبدار اور نیک شہرت کے حامل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دیں۔
- ☆ لوگوں کو لین دین اور زمین کے تنازعات پر باہمی لڑائی جھگڑے سے دور رہنے کی تلقین کریں۔
- ☆ کوئی بھی تنازعہ پیدا ہونے پر کمیٹی تک رسائی کا ایک باقاعدہ طریقہ کار مرتب کریں۔
- ☆ دونوں پارٹیوں کو اعتماد میں لے کر فیصلہ کرنے کا اختیار کمیٹی کے سپرد کریں۔ کمیٹی کے ممبران کو پارٹیوں کی مرضی سے تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔
- ☆ کمیٹی کے فیصلہ سے پہلے دونوں پارٹیوں کو فیصلہ کی پاسداری کا پابند بنایا جائے اور فیصلہ کے بعد اس پر عملدر آمد کرایا جائے۔
- ☆ کمیٹی کے فیصلہ پر نظر ثانی کا طریقہ کار تشکیل دیا جائے۔
- ☆ مقامی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے انصاف کے تمام تقاضے پورے کیے جائیں۔

اختلاف رائے کا احترام

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اختلاف رائے معاشرتی زندگی کا ایک ضروری حصہ ہے۔ یہ معاشرے میں تنوع، جدت اور خوبصورتی لاتا ہے۔ ہر انسان کی اپنی سوچ اور رائے ہے اور ضروری نہیں کہ اس کی سوچ اور رائے دوسرے لوگوں جیسی ہی ہو۔ اگر سوچ میں اس اختلاف کو مثبت انداز میں لیا جائے تو اس سے سوچ کے زاویے بھی بدل سکتے ہیں کیونکہ بعض اوقات ایسی آرا بھی سامنے آتی ہے جس کے بارے میں باقی لوگوں نے نہ سوچا ہو یا اُس انداز میں نہ سوچا ہو۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں عام طور پر اختلاف رائے کو ذاتی اختلاف سمجھا جاتا ہے اور یہ اختلاف آگے چل کر عناد اور دشمنی کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ اگر ہم اختلاف رائے کو مثبت انداز میں لیں تو معاشرہ بھی مثبت انداز میں ہی آگے بڑھنا شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تنوع کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ انسان اپنی ظاہری خصوصیات اور شکل وصورت سے لے کر سوجھ بوجھ اور سوچ سمجھ تک دوسرے انسانوں سے بالکل مختلف ہے۔ ہر انسان کا پس منظر اور جبلی خصوصیات بھی دوسرے انسانوں سے مختلف ہیں تو اختلاف رائے کا پیدا ہونا بھی ایک قدرتی امر ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے آئین پاکستان بھی آزادی رائے کا حق ہر شہری کو عطا کرتا ہے۔

اگر علاقہ کی بااثر شخصیات لوگوں کی بات کا احترام کرنا اپنی عادت بنا لیں تو باقی لوگوں پر بھی اس بات کا اچھا اثر پڑے گا۔ جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک اچھا لیڈر ہمیشہ دوسروں کی بات کو بہت غور سے سنتا ہے۔ دوسروں کو بات مکمل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اور ان کی بات کو اہمیت

دیتا ہے چاہے وہ خود ان کی رائے سے ذاتی طور پر اختلاف بھی رکھتا ہو۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی کی بات کو غور سے سن لینے اور اس کی رائے کو اہمیت دینے سے ہی بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اگر علاقہ کے معتبر لوگ دوسروں کی بات کو غور سے سننا اور کسی بھی قسم کے اختلاف رائے کا احترام کرنا شروع کر دیں تو معاشرے میں ایک اچھا اور مثبت تاثر پیدا ہو گا جہاں لوگ بغیر کسی خوف کے اپنی رائے کا اظہار بھی کر سکیں گے اور اختلاف رائے کی وجہ سے آپس میں نفرتیں بھی پیدا نہیں ہوں گی۔

معاشرہ میں اختلاف رائے کا احترام معاشرتی یک جہتی کے لئے ضروری ہے۔ یہ صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے اگر بااثر شخصیات خود اس کا عملی مظاہرہ کریں اور

☆ دوسروں کی بات کو غور سے سنیں
☆ کسی کی بات کو درمیان میں نہ کاٹیں بلکہ مکمل ہونے کا انتظار کریں۔
☆ جہاں اختلاف رائے موجود ہو وہاں فوراً جواب دینے سے گریز کریں۔
☆ غصہ کرنے کی بجائے ٹھنڈے دماغ سے بات سنیں اور جواب دیں۔
☆ جواب دیتے وقت بھی اختلاف کرنے والے کی عزت نفس کو مجروح نہ کریں۔
☆ دوسرے کی بات پر رائے دیں، ذات پر نہیں۔
☆ پہلے دوسرے کی رائے کی تعریف کریں اور بعد میں اپنا نقطہ نظر بیان کریں۔
☆ اختلافی رائے دیتے وقت الفاظ کا ایسا استعمال کیا جائے جس سے ظاہر ہو کہ رائے سے اختلاف کیا جا رہا ہے رائے دینے والے سے نہیں۔